ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

افسانوی ادب کے تراجم کے مسائل اور مشکلات کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

A research and critical review of the problems and difficulties of literary translation

صنم اقبال

ایم فل سکالر مسلم یوتھ یونی ورسٹی اسلام آباد

Sanam Iqbal

M.Phil Scholar Muslim Youth University Islamabad

Abstract

The art of translation is a very complex art. It is not possible to translate correctly without mastering it. The responsibility of the translator is to convey the spirit of the translation to the reader.According to researchers, translating literary texts is a more difficult task. For this it is important to know the relevant language, its culture and customs.

Key words: Translations, Translators, language, Literary translation.

کلیدی الفاظ: ترجمہ، ادبی تراجم، فن ترجمہ نگاری، مترجم

ترجمہ نگاری کیا ہے؟

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

ترجمہ نگاری ایک اہم ترین فن ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس چیز سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ فن ادب کو بین الاقوامی سطح پر اجاگر کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ترجمے کے ذریعے ہم مقامی خیالات اور افکار کو عالمی سطح پر متعارف کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فنِ ترجمہ نگاری کے حوالے سے مختلف ماہرین کی مختلف آرا ہو سکتی ہیں لیکن ایک بات پر سب متفق ہیں کہ یہ فن ایک مشکل فن ہے۔ کیوں الفاظ کو تو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا ممکن ہے لیکن جذبات، لہجے اور ماحول کا ترجمہ کرنا واقعی ایک مشکل کام ہے۔

ترجمے کی کے حوالے سے قرار دیا جاتا ہے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے شراب کو ایک برتن سے دوسرے برتن میں انڈیل دینا۔ جیسا کہ مرزا حامد بیگ نے لکھا ہے کہ

> ترجمہ ایک برتن سے دوسرے برتن میں (کسی سیال مادے کو) انڈیلنا یا ایک پرانی شراب کو نئی بوتل فراہم کرنا ہے[1]

شراب کو نئی بوتل فراہم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شراب کو تاثیر کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اس کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اسے دوسرے برتن میں انڈیلنا ہی ترجمہ ہے۔

اس فن کی انہی باریکیوں کے سبب اسے کٹھن قرار دیا جاتا ہے۔ اگر یہ فن صرف لفظوں کی تبدیلی تک ہی محدود ہوتا تو الگ بات تھی لیکن جب ادبی تراجم کرتے ہیں تو ان کے تقاضے کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔

اس حوالے سے رفیق خاور لکھتے ہیں

> "ترجمہ نہایت صبر آزما بھی ہے اور مرد آزما بھی۔ اس کا سب سے کٹھن تقاضا یہ ہے کہ ہر لفظ، ترکیب، استعارہ، تمثال، فقرہ اور محاورہ کو جملہ اشارات و کنایات، اور مضمرات کے ساتھ جو بین السطور میں ہوں بعینہٖ کیا جائے جس میں منجملہ دیگر امور کے اسلوب، آہنگ اور

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

لب ولہجہ کو بھی دخل ہے۔اس لیے سو فیصد برجستہ
الفاظ درکار ہوتے ہیں"[۲]

یہ بات بالکل درست اور نمایاں ہے کہ ترجمہ میں سب سے بڑا چیلنج یہ ہوتا ہے کہ محاورات اور ضرب الامثال وغیرہ کو اُس انداز میں پیش کیا جائے کہ قاری کو ادب پارے کا پورا پورا لطف محسوس ہو۔ترجمے کو طبع زاد تحریر کی سطح کے قریب قریب لے کر آنا ہی اصل فن ہے۔اس فن کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لیے ایک دقیق مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔جو ترجمہ نگار کو کرنا پرتی ہے۔

ترجمہ نگاری میں ایک بات بہت واضح ہے کہ جب ہم کوئی فی یا ٹیکنیکل ترجمہ نگاری کر رہے ہوتے ہیں تو اس کے تقاضے کچھ مختلف ہوتے ہیں جب کہ ادبی ترجمہ نگاری کے تقاضے اور ہیں۔

مترجم کے لیے ضروری ہے کہ اس نے الفاظ کے ساتھ ساتھ ثقافت اور جذبات کا بھی ترجمہ کرنا ہے۔اس حوالے سے مترجم کو بہت سی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہ پابندیاں اسے ایک مقررہ راستے سے ہٹنے نہیں دیتیں۔اگر وہ ان پابندیوں کا سامنا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو ترجمے کا حق ادا ہو جاتا ہے۔بالفرض مترجم مصنف کی منشا کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی مرضی پر چلنا چاہے تو ممکن نہیں رہتا کہ وہ ترجمے کا حق ادا کر سکے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے کچھ ایسے ہی مسائل کی نشان دہی اپنے ایک مضمون میں کی ہے۔وہ کہتے ہیں

"اپنی بات ہو تو آدمی جس طرح چاہے اس کا اظہار کر دے لیکن ترجمہ میں آدمی بندھ کر رہ جاتا ہے۔مصنف کے ہاتھ میں اس کی باگ ڈور ہوتی ہے اگر اس نے گرفت سے نکلنے کی کوشش کی تو اصل سے دور ہو جاتا ہے۔اس کے بالکل مطابق رہنے کی کوشش کی تو بیان میں اجنبیت در آتی ہے"[۳]

ڈاکٹر جمیل کی اس بات میں بھی وزن ہے کہ اگر مترجم لفظوں کا احترام کرے اور لفظی ترجمے کی کوشش کرے تو ترجمہ قاری کو لطف نہیں دیتا۔قاری کے لیے یہ عجیب سی تحریر بن جاتی ہے۔اس سے بچنے کے

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

لیے مترجم کو متعلقہ زبان کے قواعد وضوابط کے مطابق الفاظ کی نگری سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔یوں اس تحریری کو خالص ترجمہ کی بجائے طبع زاد تحریر بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے۔ایسی تحریریں ہی زیادہ مقبولیت حاصل کر سکتی ہیں۔

یہ مترجم کا فن ہے کہ وہ کس طرح ایک قاری کو پرانی شراب نئی بوتل میں مہیا کرتا ہے۔اور اس انداز میں یہ دشراب پیش کرنا ضروری ہے کہ اس کے ذائقے میں کوئی فرق بھی نہ آئے۔

اس طرح تحریر کی اجنبیت کو ختم کیا جاسکتا ہے۔تحریر کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں اجنبیت موجود نہ ہو۔بصورتِ دیگر قاری ترجمے کے انداز کو زیادہ پسند نہیں کرے گا۔

اس صورت حال میں مترجم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تحریر کو قاری کی فکری سطح کے قریب تر لے کر آئے۔یہی اس کی مہارت کا امتحان ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی مزید تحریر کرتے ہیں

> "مترجم کا کام یہ ہے کہ دوسری زبان کے اظہار کو اپنی زبان کے اظہار سے قریب تر لاتے ہوئے اور مصنف کے لہجے اور طرز ادا سے اپنی زبان میں ایک نئے اسلوب کے لیے راہ ہموار کرے"[۴]

یوں کہا جاسکتا ہے کہ مصنف اور مترجم دونوں کے افکار میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی ذمہ داری بھی مترجم پر ہی عائد ہوتی ہے۔یہ ذمہ داریاں فن ترجمہ نگاری کو مزید پیچیدہ ہو جاتی ہیں۔

اگرچہ عمومی طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مترجمین اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا نہیں کر پاتے لیکن پھر بھی ترجمے کا معیار تو یہی ہے کہ ترجمے میں وحدتِ تاثر اور فطری پن موجود ہو۔اگر فطری اسلوب موجود نہیں ہو گا تو یقیناً ترجمے کا حقیقی مقصد پورا نہیں ہو گا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے مزید اس حوالے سے لکھا ہے کہ

> "ترجمے کا کام یقیناً ایک مشکل کام ہے۔اس میں مترجم مصنف کی شخصیت، فکر و اسلوب سے بندھا ہوتا ہے۔

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

ایک طرف اس زبان کا کلچر، جس کا ترجمہ کیا جارہا ہے،
اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور دوسری طرف اس زبان کا
کلچر جس کا ترجمہ کیا جارہا ہے، یہ دوئی خود مترجم کو
توڑ دیتی ہے"[۵]

گویا مترجم کے لیے لازم ہے کہ وہ الفاظ کے ساتھ ساتھ متعلقہ زبان سے منسلک ثقافت کو بھی جاننا ضروری ہے۔ اگر ثقافت کے اجزا کا علم ہو گا تو تحریر کی روح پوری طرح قاری تک منتقل ہو جائے گی ورنہ الفاظ کے معانی لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ یہی دقت ہے جس کا سامنا مترجم کو کرنا پڑتا ہے۔

ترجمہ کرنے کے لیے مترجم کے ذوق میں یہ بات بھی شامل ہونی چاہیے کہ وہ متعلقہ زبان کے فن اور وہاں کی معاشرت سے بھی پوری طرح آگاہ ہو۔ بعض اوقات متعلقہ معاشرے کے مذہبی عقائد سے متعلقہ معلومات حاصل کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ افسانوی ادب میں عقائد کا بیان اور مذہبی روایات کا بیان بھی موجود ہوتا ہے۔ ان روایات اور عقائد کو من و عن پیش کرنا ضروری ہے۔

بعض تراجم کے حوالے سے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کچھ ادب پاروں کا ترجمہ زیادہ ہی مشکل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ٹیکنیکل اور مکالماتی تحریروں میں تو ترجمہ کیا جاسکتا ہے لیکن جب شاعری کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو اس میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس صورت میں مترجم کے لیے لازم ہوتا ہے کہ وہ متن کے پس منظر کو بھی پوری طرح سمجھے۔

ڈاکٹر انور سدید نے ایسے معاملات کا اظہار کے بارے کہتے ہیں کہ شاعری قابلِ ترجمہ ہے ہی نہیں۔ شاعری کے الفاظ کو ترجمہ کرنا بھی اتنا آسان نہیں لیکن جب ہم اس کے مفاہیم کا ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ترجمہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ انور سدید کے خیال میں تو نظم کا ترجمہ کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر انور سدید کہتے ہیں

"اگر چہ نثر میں نہیں بلکہ نظم میں ہو تو مترجم کی مشکلات
میں اضافہ ہو جاتا ہے اول تو خود شعر ہی ایک نا قابل
ترجمہ چیز ہے اگر کسی طرح آمادہ انتقال کر بھی لیا جائے

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

تو دوسری زبان کا ساغر اس شرابِ غریب کو قبول کرنے
سے صاف انکار کر دیتا ہے"[۶]

اگرچہ بہت سے مترجمین نے کئی بڑے بڑے شعرا کے مختلف زبانوں میں ترجمے کیے ہیں اور یہ تراجم ہیں بھی کامیاب ترجمے۔ لیکن اس کے باوجود اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ ترجمے کی روح کا فقدان نظر آتا ہے۔ اس فقدان نے قاری کا ذوق تو چھین لیا ہے لیکن خیالات کسی حد تک دوسری زبان میں منتقل ہو ہی جاتے ہیں۔

ادبی ترجمے کا بنیادی مقصد خیالات کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ اس اندازِ بیان کو بھی منتقل کرنا ضروری ہے۔ اسی صورت میں ترجمے کا حق ادا ہو سکتا ہے۔

پروفیسر عبدالحق نے ڈاکٹر نکلسن اور این مری شمل کے ترجمے کے حوالہ سے لکھا ہے

"ڈاکٹر نکلسن کو اسرار خودی کے ترجمہ میں ایک مقام پر
غلطی کے سبب ہدف تنقید بننا پڑا۔ ڈاکٹر اینمری شمل
بھی غلطی سے دوچار ہوئیں اور نہ جانے کتنے مترجمین
مرتکب ہوئے۔ ترجمہ کی پُر خطر راہوں سے دامن بچا کر
گزرنا پل صراط سے کم نہیں ہے"[۷]

اس بات یہ چیز تو واضح ہو گئی ہے کہ ترجمے کے حوالے سے خطا کسی سے بھی ہو سکتی ہے اور کسی بھی وقت ہو سکتی۔ اس کی وجہ کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ چاہے زبان و بیان میں دسترس نہ ہو یا پھر ثقافت اور رسوم و رواج کا مسئلہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی لازم ہے کہ ہم مصنف کے مزاج اور اس کے افکار و نظریات سے بھی پوری طرح آگاہ ہوں۔

ہر مصنف کی اپنی فکر ہوتی ہے۔ وہ اسی فکر کے زاویے پر سوچتا ہے اور اسی کے مطابق لکھتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ مصنف کے افکار کی روشنی میں پیغام قاری کے پاس پہنچے تو مصنف کے افکار اور نظریات اور اس کی تحریر کے پس منظر سے آگاہی ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر مترجم کے خیالات قاری تک پہنچیں گے اور مصنف کی سوچ اور فکر نہیں پس منظر میں چلی جائے گی۔

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

جب ہم فکر کی بات کرتے ہیں تو یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ مترجم کے پیش نظر کیا ہے۔ کیا وہ ترجمہ برائے ترجمہ رر ہا ہے یا پھر اس کے پیش نظر کوئی بڑا مقصد ہے۔ اگر تو اس کے پیش نظر کوئی بڑا مقصد ہے تو وہ اس مقصد کی اشاعت اور ترویج کے لیے ہی ترجمہ کرے گا۔ اس صورت میں اس کے ترجمے کی شان و شوکت کچھ اور ہی ہو گی۔ ایسے مترجم کے لیے لازم ہے وہ مقاصد کو پیش نظر رکھے۔

جس پیغام کی اشاعت مقصود ہے وہ لفظوں کے چکر میں کہیں گم نہ ہو جائے۔ اگر ایسی چیز گم ہو گئی تو دوبارہ اس کو حاصل کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ اس صورت میں ترجمہ کرن کا مقصد ہی ختم ہو جائے گا۔ ان حالات میں ترجمے کے حوالے سے پروفیسر عبدالحق لکھتے ہیں

"ترجمہ کے محرک عوامل میں بہت سے اسباب کار فرما ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایمان و عقیدہ یا فکر و نظر کی اشاعت کا رجحان سب سے زیادہ حاوی ہوتا ہے۔ انسانی کمزوری ہے کہ اپنے افکار سے علم کو روشناس ہی نہیں کرنا چاہتا بلکہ منوانا بھی چاہتا ہے۔ یا اپنے حلقہ خیال کو وسیع تر بنانے کی مہم جوئی میں سر گرداں، خدمت دیں یا خدمت خلق کے ذوق سے سرشار اور اس مخصوص لٹریچر کی نشر و اشاعت میں بھی پوری تن دہی سے مصروف کار دکھائی دیتا ہے"[۸]

پروفیسر عبدالحق نے ادب پارے کے اس زاویے کو بہت وضاحت سے بیان کر دیا ہے جو ہمارے مترجم کے لیے اہم ترین گوشہ ہے۔

بعض تراجم کا مقصد صرف معلومات فراہم کرنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر سائنسی یا ریاضیاتی تراجم یا فنی علوم سے متعلقہ تراجم۔ ان تراجم میں بھی ایک مخصوص زاویے کے پس منظر کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس پس منظر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کون سی اصطلاح کس مقصد کے لیے استعمال ہوئی ہے۔

اگر ہم اردو زبان میں تراجم کی روایت کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو میں زیادہ تر تراجم مذہبی اور اصلاحی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ فارسی سے ردو اور عربی سے اردو میں کیے جانے والے تراجم

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

مذہبی نوعیت کے ہی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی اور روسی زبانوں کے کئی ناول بھی اردو میں ترجمہ ہوئے اور مقبول ہوئے۔

جب ہم افسانوی ادب کے تراجم کی بات کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کہانی اور کہانی کے پس منظر میں ثقافتی عناصر کو بھی ہم نے متعلقہ زبان میں لے کر آنا ہے۔ اس کے لیے مترجم کے پاس ہمہ جہت علم کا ہونا بہت ضروری ہے۔

جس طرح ادبی اور افسانوی تراجم میں محاورات، ضرب الامثال اور الفاظ کے درست مطالب و معانی پر دسترس حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح فنی اور تیکنیکی موضوعات پر ترجمہ کرنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس علم اور فن کے متعلق جو بھی اصطلاحات رائج ہیں ان اصطلاحات پر دسترس حاصل کی جائے۔ اس صورت میں درست اور مفید ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ فنی نوعیت کے تراجم میں جذبات اور احساسات کی ترسیل کا مسئلہ درپیش نہیں ہوتا لیکن پھر بھی ایک طرح کی فکر ضرور لاحق ہوتی ہے کہ درست پیغام پہنچے تاکہ کسی کو کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ کیوں کہ تراجم میں بہت سے معاملات غلط فہمی کی وجہ سے ہی بگڑتے ہیں اور مصنف کے افکار اور بیانات کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

اگر ہم عالمی سطح پر تراجم کے اثرات کا جائزہ لیں تو یہ بات بہت صراحت اور وضاحت سے بیان کی جا سکتی ہے کہ عالمی سطح پر تراجم وہی اثرات مرتب کرتے ہیں جو مقامی سطح پر ادب کرتا ہے۔ یعنی اگر ایک خطے میں ایک مخصوص زبان بولنے والے لوگ ایک ادیب کے ادب سے متاثر ہوتے ہیں تو عین ممکن ہے جب اس کے ادب کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں جائے تو اس کا ترجمہ پڑھ کر وہاں کے لوگ بھی اس سی طرح کا اثر قبول کریں۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ مترجم ترجمہ کرنے کا حق ادا کرے۔ ترجمے کے معیار کا حق ادا کرنا بہر طور مترجم کے ہاتھ میں ہے۔

یہ امر بھی زیادہ اہم ہے کہ افسانوی ادب میں چوں کہ کہانی کے ساتھ ساتھ معاشرت اور اخلاق کے بہت سے موضوعات پیش کرنا ضروری ہوتا ہے اس لیے افسانوی ادب کے ترجمے میں یہ ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ تحریر کا حق پوری طرح ادا کیا جائے۔

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

ماحصل:

فن ترجمہ نگاری ایک بہت ہی پیچیدہ فن ہے۔اس میں مترجم کے لیے لازم ہے کہ وہ متعلقہ زبان وبیان کے تمام تر تقاضوں کو اچھی طرح جانتا ہو۔ادب کے پس منظر سے بھی آگاہ ہو۔اگر ایسا نہیں ہو گا تو مترجم کے لیے ترجمہ کرنے میں مشکلات پیدا ہوں گی۔ان مشکلات کے اثرات ادب پارے، اس کے ترجمے اور قاری پر بھی پڑے گا۔

قاری پر اس کے اثرات کا تعلق تفہیم سے ہے۔یعنی قاری تحریر کی روح کو کماحقہ سمجھنے سے قاصر ہو جائے گا اور تحریر ایسا پیغام جو قاری تک پہنچانا مقصود ہے، وہ پیغام نہیں پہنچ پائے گا۔

جس طرح ادبی تراجم میں لازم ہوتا ہے کہ الفاظ کے معانی، محاورات اور ضرب الامثال وغیرہ کے بارے میں مکمل معلومات اور آگاہی ہو اسی طرح اگر ہم فن اور ٹیکنالوجی کے موضوعات پر ترجمہ کر رہے ہوں تب بھی متعلقہ فن کی اصطلاحات کے بارے میں معلومات کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔اگرچہ فنی تحریروں میں جذبات اور احساسات کا ترجمہ مقصود نہیں ہوتا لیکن علم کے پس منظر اور فن کی اصطلاحات کے بارے میں معلومات کا حصول بہت ضروری ہے۔اگرچہ ان باتوں کا التزام نہ کیا جائے تو ممکن نہیں ہے کہ درست معلومات ترجمہ خواں تک پہنچ سکیں

اردو کے تمام تر محققین اور ماہرین نے ترجمہ نگاری کو ایک مشکل صنف قرار دیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فن کے ذریعے ہم بہت سی قیمتی اور ضروری معلومات دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور قاری کے پاس ترجمے کی صحت جانچنے کا ہنر بھی نہیں ہوتا۔اس کو مترجم کے فن اور مہارت پر ہی مکمل اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے مترجم کو بہت بڑی ذمہ داری سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔

ISSN Online: 3080-9436 ISSN Print: 3080-9428
ALMANZIL JOURNAL
Vol.2 No.1 2025

حوالہ جات

[1] حامد بیگ، مرزا، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد۔ مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، صفحہ ۱۰

[2] رفیق خاور، اردو تھیسارس، اسلام آباد۔ مقتدرہ قومی زبان، طبع سوم ۲۰۰۲ء صفحہ ۱۷

[3] جمیل جالبی، ترجمے کے مسائل، مشمولہ ترجمہ کا فن اور روایت، کراچی سٹی بک پوائینٹ، ۲۰۱۶، ص ۸۲

[4] ایضا

[5] جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلیٹ تک، اسلام آباد، نیشنل بک فاونڈیشن، اشاعت نہم ۲۰۱۵ء صفحہ ۱۳

[6] ایضا

[7] عبدالحق، پروفیسر، خواجہ طارق محمود۔ منظومات کے منفرد مترجم، خواجہ طارق محمود ایک منفرد مترجم، صفحہ ۱۴

[8] عبدالحق، پروفیسر، تنقید اقبال اور دوسرے مضامین، مذہبی تصانیف کے اردو تراجم، صفحہ ۱۲۴